ماتحت چار علمبردار تھے اور ہر علمبردار کے زیرکمان 25 افراد ہوتے، ہر علمبردار رات کو چوکیداروں پر پہرہ دیتا، چار چار افراد ایک ایک کونے سے بیک وقت چلتے، درمیان میں جب اکٹھے ہوتے تو باہمی پہچان کے مقرر کردہ الفاظ کا تبادلہ ہوتا، پورے دارالعلوم دیوبند میں کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ہمیں حفاظتی فوج دیں، یا اسلحہ دیں یا لائسنس جاری کرادیں، ہمارے ایک استاد تھے وہ شکار کھیلتے تھے، ان کے پاس شکار کی بندوق تھی، ہمارے اس درخواست کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ بندوق بھی ہم سے چھینی گئی۔

**خانہ بدوش:** ایک مرتبہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہرہ دے رہا تھا کہ اچانک بنگالی طالب علموں کے ہال سے شوروغل کی آوازیں بلند ہوئیں، میں اپنے کمرے گیا وہاں سے اپنا چاقو اٹھایا، اور اُس طرف روانہ ہوا جہاں سے طلبہ باہر نکل رہے تھے، پھر جدھر سے بنگالیوں کو حملے کا خوف تھا ہم اس طرف گئے، آخر قریب خانہ بدوش کے خیموں سے چیخ وپکار کی آوازیں سنائی گئیں، وہاں گئے، ان سے وجہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ ایک لڑکا لڑکی کے پاس گیا گویا ان کے ہاں یہ کوئی عیب نہ تھا، لیکن حالات کی وجہ سے ڈرے ہوئے تھے جس کی وجہ سے شور مچانے لگے، ہم نے ان کو سمجھایا کہ تمہیں حالات کا پتہ ہے؟ اس طرح کے شور سے دشمن بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

**دورہ حدیث کے اسباق:** حضرت شیخ مدنی ؒ بھی اسی سال حالات کی وجہ سے مدرسہ میں مقیم رہے، اور اسی سال ہم نے حضرت شیخ مدنی ؒ سے دورۂ حدیث کے اسباق پڑھیں، اس سے قبل اکثر حضرت شیخ مدنیؒ اسفار، جمعیت علمائے ہند، یا قید وبند میں ہوتے تو پھر ارباب اہتمام حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ کو مدرسہ شاہی مرادآباد سے بلاتے اور وہ حضرت شیخؒ کی جگہ پڑھاتے۔

**شیخ مدنی ؒ پر حملے:** ان ہنگامی حالات میں کئی مرتبہ حضرت شیخ ؒ پر حملے ہوئے مگر ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے بچایا، ایک مرتبہ اخبارات کی شہ سرخیوں میں یہ خبر چھپی کہ حکومت نے دارالعلوم کی تلاشی لی، تو کافی مقدار میں اسلحہ، کارتوس اور چار من چرے برآمد ہوئے، یہ خبر اگرچہ سراسر غلط اور جھوٹ پر مبنی تھا لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ہندوؤں پر رعب طاری ہوا اور دارالعلوم کی طرف میلی نظر اٹھانے کی بھی تکلیف گوارا نہ کی۔

**طلبہ کی امانتیں:** بہر حال! آزادی کے بعد آمدورفت کے تمام راستے محدود ہوئے، رابطہ کا ذریعہ صرف خط تھا، مگر وہ بھی بہت جلد بند کر دیا گیا، میرے پاس خرچہ ختم ہوگیا، گاؤں سے منگوانے کا کوئی طریقہ نہ تھا، بہت پریشان تھا، جو طالب علم گاؤں گئے تھے، انہوں نے اپنا سامان میرے پاس رکھا تھا، وہ بھی فسادات کی وجہ سے واپس نہیں آئے، میں نے ان طالب علموں کا سامان ایک ایک کرکے بیچا، مجھے یقین تھا کہ ان کی واپسی مشکل ہے، آتے وقت میرے پاس اتنی رقم تھی کہ سو روپے صدقہ بھی کیا، 1947ء میں سو روپے کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں،

واپسی کیسے ہوگی؟ جب دورۂ حدیث کا سال اختتام پذیر ہوا تو میں نے دوسال مزید وہاں رہا، اس دوران علم طب اور علم ادب کی کتابیں پڑھیں، جب دوسرا سال بھی ختم ہوا، تو میں بہت پریشان تھا کہ واپسی کیسے ہوگی؟

**علامہ عثمانیؒ کی کتب خانہ کی منتقلی:** مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی کرم فرمایا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے کتب خانہ کے منتقلی کیلئے تین ٹرک بھیجے، مجھے اپنے خوشگلی کے استاد مولانا اشفاقؒ نے جب یہ خبر دی تو میں بہت خوش ہوا، میرے استاد نے ٹرک والوں سے بات بھی کرلی تھی۔ٹرک چونکہ دیوبند شہر میں تھے' اس لئے میں خود ان کے پاس گیا تاکہ ان سے معلوم کروں کہ کب واپسی ہے؟ جب میں قریب پہنچا تو ٹرک ڈرائیور نے مجھے پہچانا اور کہا! ارے یہ تو پٹھان ہے پھر اپنے مخصوص انداز میں پوچھا: کلی ته نه ځې :(گاؤں نہیں جاؤ گے) میں نے کہا: کیوں نہیں، ڈرائیور سے بات چیت ہوئی تو وہ پشاور جہکال کا نکلا، اور دوسرے ڈرائیور کا تعلق بنوں سے تھا، بہر حال! انہوں نے کتابیں گاڑیوں میں رکھ دیں تو میں دارالعلوم آیا، اساتذہ سے ملا، ان سے اجازت لی تو میرے استاد مولانا عبدالخالقؒ نے (جو میرے توضیح تلویح اور قاضی، حمد اللہ کے استاد تھے) فرمایا! کہ یہ چار صندوق کتابیں اور یہ چھ بستر ے مولانا احمد علی لاہوریؒ تک پہنچانا ہے۔ میں نے کہا! ٹھیک ہے، سامان ٹرک میں رکھا

**مولانا محمد ارشد مدنی مدظلہ:** اور میں حضرت شیخ مدنیؒ سے اجازت لینے گیا، وہاں جاکر معلوم ہوا کہ حضرتؒ لکھنو تشریف لے گئے ہیں، حضرت شیخؒ کے چھوٹے فرزند محمد ارشد (جو اب ماشاء اللہ حضرت شیخؒ کے علوم ومعارف کے صحیح جانشین اور جمیعت علمائے ہند کے صدر ہیں) جو اس وقت چھ، سات سال کے تھے اور سولہ پارے حفظ کیے تھے، اس نے مجھے بٹھایا اور کہا کہ مجھ سے دوپارے سنو، میں بیٹھا اور انہوں نے دوپارے سنائے،

**گاڑی چلی جانا اور مختصر راستہ:** مگر جب واپس آیا تو ٹرک نہ دارد، گاڑی چلی جانے کا مجھے بہت افسوس ہوا، میں نے احتیاطاً مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ گاڑیوں تک پہنچوں، وہاں میں نے کافی دیر انتظار کیا آخر مایوس ہوا کہ شاید گاڑی گزر گئی، اچانک دور سے روشنی دکھائی دی، کیونکہ اندھیرا چھایا ہوا تھا، جب گاڑی قریب پہنچی تو میں نے رکنے کا اشارہ کیا، جب گاڑی رکی تو وہی ٹرک تھا۔جس کا میں منتظر تھا، ٹرک میں سوار ہوئے، سہارنپور پہنچے۔

**ہندوؤں کی بستی:** سفر کرتے ہوئے رات کو ہندوؤں کی ایک بستی پہنچے۔ میں نے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ بستی میں نہیں ٹھہریں گے، وجہ یہ ہے کہ رات کو کہیں ہندو حملہ نہ کریں۔ پھر رات ہم نے ایک میدان میں گزاری۔

**سکھوں کا حملہ:** صبح کو جب دوبارہ روانہ ہوئے اور لدھیانہ پہنچے، تو وہاں گاڑی پٹرول پمپ پر رُکی، تیل ڈالنے کے لئے، میں گاڑی سے اترا تو فوراً ہندوؤں اور سکھوں نے گھیر لیا، جب میرے ساتھیوں نے دیکھا تو لپک کر آئے ہندوؤں اور سکھوں نے جب میرے دوسرے ساتھیوں کو آتے دیکھا تو بھاگنے میں عافیت سمجھی۔